اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۲۲)

اسلام کے نظام قصاص اور سخت سزاؤں کے سلسلہ میں بڑے اعتراضات ہیں اور کچھ ترقی پسند مسلمان بھی اس مسئلہ پر منھ کھولتے نظر آتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ سخت سزائیں خلاف انسانیت ہیں اور انسانی حقوق کی پامالی کے مترادف ہیں۔ ایسے حضرات اسلام کی بنیادی تعلیم اور اس کی بہت بڑی حقیقت یا شاید سب سے بڑی حقیقت سے غافل ہیں اور وہ یہ کہ ہم اس موجودہ دنیا کے لئے کہ جس میں ہم جی رہے ہیں، پیدا نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ وقتی طور پر بھیج دیئے گئے ہیں۔ ہمارا وطن کہیں اور ہے۔ ہمیں جانا کہیں اور ہے اور ہم خلق کہیں اور کے لئے کئے گئے ہیں۔ وہ زندگی اور دنیا اس زندگی اور دنیا کے بعد ہے۔ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، جس میں ہم سب مبتلا ہیں کہ جب بھی ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ہمارا وطن کہاں ہے تو اگر ملک سے باہر سوال ہوتا ہے تو ہم اپنے ملک کا نام لیتے ہیں، مثلاً ہندوستان، پاکستان، ایران وغیرہ اور اگر ملک کے اندر سوال ہوتا ہے تو ہم کسی شہر یا گاؤں کا نام لیتے ہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ یہی ہماری سب سے بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم مسافر خانہ کو اپنا وطن بتایا کرتے ہیں۔ ساری دوڑ دھوپ، ساری تگ ودو، ساری دھوکہ دھڑی صرف اس لئے کہ ہم موجودہ دنیا کو اپنا وطن سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے بھرپور کوشش ہے کہ سب کچھ یہیں مل جائے۔ ایمانداری سے نہ مل سکے تو بے ایمانی سے، شرافت سے نہ مل سکے تو غیر شریفانہ طریقوں سے، آسانی سے نہ مل سکے تو زور زبردستی سے۔ یہ ساری چھینا جھپٹی صرف اس لئے کہ ہم اسی دنیا کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ اعلیٰ میں اعلان فرما رہا ہے،

مفہوم: ''تم دنیاوی زندگی کے پیچھے بھاگے جارہے ہو، جب کہ اخروی زندگی اس سے کہیں بہتر ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔''

(سورہ اعلیٰ، آیت ۱۶)

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے، ایک عقلمند نے دیکھا کہ دنیا بھی محنت سے ملتی اور آخرت کے حصول کے لئے بھی محنت کرنا پڑتی ہے، کیونکہ دنیا بھی صرف لیٹے لیٹے پلنگ کے باندھ توڑنے سے نہیں مل جاتی۔ حصول دنیا کے لئے سخت محنت کرنا پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک سیاسی لیڈر، ایم۔ایل۔سی۔، ایم۔ایل۔اے۔، ایم۔پی۔ یا وزارت کے عہدے تک پہنچنے کے لئے کتنی محنت کرنا ہے؟ اسے کتنے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں، تب کہیں جاکر اسے کوئی عہدہ ملتا ہے، جس کا وہ ناجائز فائدہ اٹھاکر بے تحاشہ کماتا ہے۔ (یہ بات میں نے صرف مثال کی غرض سے کی ہے) اسی طرح سے آخرت بھی بغیر محنت اور قربانی کے نہیں ملتی۔ صرف صبح کی دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے کس قدر زبردست قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے، جب صبح کا ٹھنڈا ٹھنڈا موسم ہو، نسیم سحری ہلکے ہلکے پنکھا بھی جھل رہی ہو تو اس وقت کس کا اٹھنے کو دل چاہتا ہے۔ اپنے اوپر سخت جبر کرنا پڑتا ہے تب جاکر انسان نماز پڑھتا ہے، سردیوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے کہ گرم گرم بستر سے نکل کر وضو کرنا اور مسجد کی طرف روانہ ہونے کے لئے انتہائی مضبوط قوت ارادی چاہئے۔ کاروبار چھوڑ کر دکانیں بند کرکے دفتر چھوڑ کر ظہر وعصر کی نماز کی ادائیگی محنت کی طالب ہے۔ اسی طرح دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد مغرب وعشا کے فریضہ کو ادا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ حج میں سخت ترین

مشقت ہے، روزے بھی محنت کے طلبگار ہیں۔ سب سے بڑا امتحان خمس و زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے۔ ایک طرف تو مزاج ہے کہ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے، دوسری طرف خون پسینہ کی کمائی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا ہے، جو بڑی امتحانی منزل ہے، خلاصہ یہ کہ دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ نہ یہ آسانی سے ملتی ہے اور نہ وہ۔ جب ایک عقلمند نے دیکھا کہ محنت دونوں میں ہے تو اس کی عقل نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ محنت اس چیز کے لئے کی جائے، جو باقی رہنے والی ہے اور اپنی قوت اس چیز کے حصول پر ضائع نہ کی جائے جو فنا ہوجانے والی ہے۔

یہ تھا حضرت علیؑ کا ارشاد جس کا مفہوم اپنی توضیحات کے ساتھ بیان کیا گیا۔ مگر ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ اخذ نہ کرلیا جائے کہ اسلام میں دنیا کا حصول منع ہے۔ اسلام میں ترک دنیا حرام و ناجائز ہے۔ اعلان ہے کہ: "لَا رُهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جس نے دنیا لے لی اور دین چھوڑ دیا وہ مجھ سے نہیں یعنی میرا ماننے والا نہیں، اسی طرح سے جس نے دین لے لیا اور دنیا چھوڑ دیا وہ بھی مجھ سے نہیں۔"

اسلام میں ایک سچے مسلمان کا تعلق دین سے بھی ہوتا ہے اور دنیا سے بھی، معنویت سے بھی اور مادیت سے بھی، زمین سے بھی آسمان سے بھی، خاک سے بھی اور افلاک سے بھی، فطرت سے بھی اور مافوق الفطرت سے بھی، طبیعت سے بھی اور مابعد طبیعت سے بھی۔ اسلام نے دنیا کو حاصل کرنے سے منع نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید میں ہر جگہ نماز کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ وانفاق کا حکم نہ ہوتا۔ جب تک کمائے گا نہیں، زکوٰۃ کہاں سے ادا کرے گا؟ ہاں، دنیا پرستی منع ہے، خاص طور سے جب دین اور دنیا میں مقابلہ ہو اور ہم ایک کو چھوڑنے اور دوسرے کو اختیار کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ اس وقت سمجھداری کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کو ٹھوکر مار کر دین کو اختیار کرلیا جائے، کیونکہ دنیا وسیلہ تو بن سکتی ہے ہدف نہیں۔ ہم دنیا کے ذریعہ دین حاصل کرسکتے ہیں، کیونکہ اگر دولت نہ ہو تو انسان حج کی استطاعت حاصل نہیں کرسکتا۔ خیر وخیرات کے لئے مال کی ضرورت ہے۔ کسی عبادت گاہ کو بنوانا ہے تو دولت چاہئے، تو دولت حصول دین وآخرت کا ذریعہ اور آلہ تو بن سکتی ہے، مقصد اور ہدف نہیں ہوسکتی، اسی لئے اگر کبھی دین و دنیا میں ٹکراؤ ہوجائے تو ہمیں دین کو اختیار کرنا ہوگا اور دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ اس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ہم نے ایک سوٹ سلوایا جو انتہائی قیمتی ہے، ہمیں بہت پسند ہے، لیکن اگر ہم کشتی پر سوار ہیں اور کشتی ڈوبنے لگے۔ اب ہم بیچ دریا میں ہیں اور تیر کر کنارے پر پہنچنا ہے۔ اگر ہم اب بھی اپنے اس پسندیدہ سوٹ سے چمٹے رہے تو ڈوبنا یقینی ہے۔ سوٹ پہنے پہنے ہم تیر نہیں سکتے۔ اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ اب کتنا بڑا احمق ہوگا وہ شخص جو اب بھی سوٹ کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو اور ڈوبنا قبول کرلے۔ اس وقت ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کون چیز زیادہ قیمتی ہے۔ جان کو بچانے کے لئے ہمیں سوٹ سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ بس اسی طرح دنیا بڑی خوبصورت ہے، بڑی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ ہماری بہت پسندیدہ شے ہے، لیکن اگر ایسی صورت حال آجائے کہ دین بچتا ہے تو دنیا جاتی ہے اور اگر دنیا بچتی ہے تو دین جارہا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں دین کی خاطر دنیا کو قربان کرنا پڑے گا، کیونکہ دنیا فنا ہوجانے والی ہے اور دین کے ذریعہ جو آخرت ملے گی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

(جاری)

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۱۸ ر نومبر ۲۰۱۱ء)